

عہد رسالت میں ذرائع ابلاغ کے منفی ہتھکنڈے

ڈاکٹر غلام شبیر

استاذ شعبہ صحافت، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

ابلاغ کو انسانی تعلقات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قومی ثقافت، تہذیب اور روایات کو ذرائع ابلاغ کی مدد سے ایک سے دوسری نسل میں منتقل کیا جاتا ہے خود معاشرہ کا وجود بھی ابلاغ کا مرہون منت ہے۔

لفظ ابلاغ دراصل انگریزی لفظ Communication کا اردو ترجمہ ہے۔ انگریزی کا یہ لفظ لاطینی زبان کے Communi یا CommuniCare سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی اشتراک پیدا کرنا یا حصہ دار بنانا، ابلاغ کا لفظ بلغ سے بنا ہے جس کے معنی پھیلانا اور پہنچانا کے ہیں۔ رائٹ چارلس اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

کمیونیکیشن کا مطلب پیغام کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا ہے۔ ابلاغ کے اس عمل میں اہم کردار اور ذریعہ خود انسان ہے جو اپنے تجربات اور مشاہدات و ضروریات کے مطابق اطلاع کا مفہوم سمجھ کر اسے آگے منتقل کرتا ہے۔ (۱)

اسلامی نقطہ نظر میں ابلاغ کی اصطلاح : ابلاغ اور بلغ کا مفہوم اسلام کا مکمل پیغام بالعموم اور عقائد و اخلاقیات کی بنیادی باتیں بالخصوص تمام لوگوں تک پہنچانا اس کے مطابق انسان کی ذہن سازی کر کے اسلامی احکام کے مطابق پاک صاف کرنا اور اللہ اور اس کے تمام رسولوں کی محبت کا جذبہ دلوں میں پیدا کرنا۔ (۲)

قرآن کریم میں اسی مفہوم میں تبلیغ کا لفظ بھی آیا ہے اس لئے تبلیغ کا ہم معنی لفظ دعوت بھی ہے۔ جس کے معنی بلانے اور پکارنے کے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں تبلیغ اسلام کے دوران لوگوں کو دعوت عام دیتے ہوئے دنیا کی تمام اقوام کو برابری اور مساوات کا درس دیا۔ ہادی برحق ﷺ نے تبلیغ کیلئے عربی عجمی کی تخصیص نہیں فرمائی۔

انسانی معاشرہ میں ابلاغ کا عمل : ماہرین ابلاغ عامہ کے نزدیک ابلاغ زبان کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ دو افراد کا ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھ لینا ابلاغ کہلاتا ہے۔ یہ عمل اشاروں، تصویروں اور مختلف آوازوں کے ذریعے افراد کے درمیان ہو سکتا ہے۔ ابلاغ کے عمل میں جاندار کے علاوہ بے جان اشیاء سے بھی بھرپور مدد لی جاسکتی ہے۔ ابلاغ کے عمل سے کوئی ذی شعور متاثر

ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا آج کے دور میں آبادی کے پھیلاؤ صنعتی اور تکنیکی ترقی کی بدولت انسانی معاشرہ میں ابلاغی عمل ناکافی ثابت ہوا تو ابلاغ عامہ کے بڑے بڑے ذرائع ظہور پذیر ہوئے۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم، مواصلاتی سیارچے اور انٹرنیٹ نے معلومات، اطلاعات اور تفریح کی فراہمی کیلئے ایسے عوامل پیدا کئے کہ دنیا کی طنابیں سمٹ کر رہ گئی ہیں اب پوری دنیا ایک گلوبل کنبے کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ ان ذرائع کے کام کے دو پہلو ہیں ایک اطلاع دینا اور دوسرا ان کی آراء کا انعکاس کرنا۔ ان ذرائع کا کام یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ لوگوں کو شعور دینا اور تربیت کرنا بھی ان کے فرائض میں شامل ہے۔ ابلاغ عامہ ہو یا کوئی اور اصطلاح اس کے دونوں پہلو ہی روشن اور تاریک ہیں یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ ابلاغ عامہ سے کون سا تاثر لیتا ہے۔ ممکن ہے ابلاغ عامہ کو مخالف کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔

موجودہ دور میں ابلاغ عامہ کی اہمیت کے اعتبار سے غور کیا جائے تو ابلاغ عامہ کے ذرائع قومی ضروریات اور مقاصد کے مطابق ظہور میں آتے ہیں۔ یہ انتہائی موثر اور فعال کام کرتے ہیں مثلاً پولیس نہ صرف معلومات کی فراہمی اور راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ بلکہ یہ عوام کا نگران اور ان کے حقوق کا امین بھی ہوتا ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم اور انٹرنیٹ ابلاغ کے ایسے ذرائع ہیں جو عوام کے اذہان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ ذرائع خود کو قومی و ملکی معاملات میں عملاً شریک سمجھتے ہیں۔ ابلاغ کے یہ ذرائع زندگی کے مختلف شعبوں میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

ابلاغ کے مثبت اور منفی پہلو: آج کی دنیا میں ابلاغ کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ اس کا عمومی اثر منفی ہی ہے۔ ذرائع ابلاغ میں پروپیگنڈہ دراصل نفسیاتی جنگ کا ہتھیار ہے۔ دشمن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پروپیگنڈہ کے ذریعے خوف اور ہرجان کی کیفیت پیدا کر کے فرد یا اجتماع کے رویے میں حسب خواہش تبدیلی لائی جائے۔ ذہنی تناؤ کی اس کیفیت کو انگریزی میں نفسیاتی جنگ اور جدید عربی اصطلاح میں الحرب النفسیہ کہا جاتا ہے۔ (۳)

نفسیاتی جنگ میں توپ و تفنگ استعمال نہیں ہوتے بلکہ یہ جنگ ذرائع ابلاغ کے ذریعے لڑی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں ۸۰% جنگ پروپیگنڈہ کے بل بوتے پر جیتی جاتی ہے۔ دنیا میں پروپیگنڈہ پر خوب رقم خرچ کی جاتی ہے اور اس سے وہ نتائج حاصل کئے جاتے ہیں جو عملی جنگ سے حاصل نہیں ہوتے۔ ابلاغ عامہ کے ذریعے پروپیگنڈہ کی غرض و غایت مد مقابل کو ذہنی شکست سے دوچار کر کے اس کے حوصلے پست کرنا ہوتا ہے۔ (۴)

پروپیگنڈہ کی تہہ میں نظریاتی، معاشی، سیاسی مفادات اور احساس کمتری پیدا کرنے کے عوامل

کارفرما ہوتے ہیں۔ یہ ایک بھرپور جنگ ہوتی ہے مگر آتشیں اسلحہ کے بغیر لڑی جانے کے سبب اسے ”سرد جنگ“ کا نام دیا جاتا ہے۔ پروپیگنڈہ بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا۔ مقاصد اور طریقہ کار کا حسن و قبح اسے مثبت یا منفی بنا دیتا ہے۔ ذرائع ابلاغ میں پروپیگنڈہ کی اصطلاح ۱۶۲۲ء میں پہلی دفعہ ایک عیسائی مشن کے لیے استعمال ہوئی جو روم سے باہر تبلیغی مقاصد کے لیے گیا تھا۔ وہاں کی حکومت ان عیسائیوں کے مخالفانہ خیالات کی تشہیر سے خائف تھی۔

مذہبی حوالہ سے بھی پروپیگنڈہ کا وجود قدیم تر ہے۔ شیطان نے پروپیگنڈہ کے ہتھیار سے ہی حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی حضرت حواؑ کو اس شجر ممنوعہ سے پھل کھانے پر آمادہ کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا تھا۔

پروپیگنڈہ اور نفسیاتی جنگ کے شواہد قبل از اسلام تاریخ سے بھی ملتے ہیں۔ قبائل کے سردار ان اور عمائدین دشمنوں میں فتنہ انگیزیاں کرنے، آپس میں پہوٹ ڈالنے، دوسروں کے لیے خود کو پر ہیبت اور طاقت ور ظاہر کرنے کے لیے متعدد حیلے اور طریقے استعمال کرتے تھے۔

کفار و فجار کی طرف سے پیغام ربانی کو بے اثر کرنے کے لیے نفسیاتی حربوں کے آثار تاریخ میں ملتے ہیں اور قرآن جگہ جگہ اقوام سابقہ کی ان افتر پردازیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خود جزیرہ عرب کے اندر مشرکین، یہود اور منافقین نے خاتم الانبیاء ﷺ کے خلاف زبردست نفسیاتی جنگ برپا کر رکھی تھی۔ منفی پروپیگنڈہ سے آیات الہی کی تکذیب اور دھمکیوں کا ایک طوفان تھا۔ حضور ﷺ اور ان کے صحابہؓ کو خوفزدہ کرنے اور لالچ دینے کے لیے پروپیگنڈہ کے مختلف اسلوب اختیار کئے جاتے رہے۔

☆ شعب ابی طالب میں حضور ﷺ اور ان کے خاندان کو محصور کرنا اور معاشرتی اور معاشی بایکٹ کی حالت میں تین سال گزارنے پر مجبور کرنا اسی نفسیاتی پروپیگنڈہ کا نتیجہ تھا۔

☆ قرآن کے موثر پیغام کو نہ سننا اور ڈھولکیاں، باجوں کی محفلیں سجاتے ہوئے اور میلے تفریح گاہیں منعقد کر کے قرآن کے پیغام کو مشتبہ اور غیر اہم بنانا بھی منکرین حق کے پروپیگنڈہ کا حصہ تھا۔ جس کی طرف قرآن نے یوں ارشاد فرمایا:

”یہ منکرین حق کہتے ہیں۔ اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو“

شاید کہ اسی طرح تم غالب آ جاؤ۔“ (۵)

تجارتی میلے اور جشن منانا بظاہر تفریح اور اشتہار بازی تھی۔ مگر اس کے پس پردہ مقصد رسول ﷺ کو تنہا کرنا تھا۔ یہ پروپیگنڈہ بسا اوقات بڑا موثر ثابت ہوا۔ قرآن کریم میں اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے۔ ”اور جب انہوں نے تجارت یا کھیل تماشاہ ہوتے دیکھا تو اس کی

طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔ ان سے کہو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔“ (۶)

شعر و شاعری اور سخن گوئی عربوں کا اہم ابلاغی ذریعہ تھا۔ عرب بڑے فصیح اللسان تھے۔ پیغام رسالت ﷺ کے خلاف پروپیگنڈہ کے لیے اس میڈیا کو بھی بھرپور استعمال کیا گیا۔ ”کعب بن اشرف ایک متمول یہودی اور مشہور شاعر تھا۔ وہ حضور ﷺ کی شان میں توہین آمیز جھوکتا اور مخالفین کو اکساتا۔ جنگ بدر میں قریش کی شکست کے بعد مکہ جا کر مسلمانوں کے خلاف خوب شعر و شاعری کی اور کشتگان بدر کے مرثیے لکھے جن میں انتقام لینے کی تحریص و ترغیب تھی۔ جب واپس مدینہ آیا تو شاعری کے ذریعے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے خلاف برا بیچنے کرنا شروع کر دیا۔“ (۷)

علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں:

”عربوں میں شاعری کا وہ اثر تھا۔ جو آج یورپ میں بڑے بڑے دانشوروں کی تقریروں اور نامور اخبارات کی تحریروں کا ہوتا ہے۔“ (۸)

رائے عامہ سے اسلام کے خلاف منفی اثرات کو ختم کرنے اور مثبت اثرات مرتب کرنے میں حضرت حسانؓ بن ثابتؓ، حضرت عبداللہؓ بن رواحہؓ، کعبؓ بن مالکؓ، حضرت ثابتؓ بن قیسؓ نے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے شاعری کی صنف کو جوابی نفسیاتی حملہ کے طور پر استعمال کیا۔ آج کل کے مسلمان صحافیوں اور دانشوروں کے لیے یہ ایک نمونہ ثابت ہو سکتا ہے۔

کفار اور مشرکین نے اپنے آباؤ اجداد کے دین پر تعصب اور ناحق طرف داری کے سبب نہ صرف آسمانی صداقت اور بے لاگ حقیقت کو ٹھکرا دیا بلکہ اس کو اپنے جھوٹے پروپیگنڈہ کی بھینٹ چڑھانے کی ان تھک کوشش کی۔ حق و باطل کے ابلاغ میں اس دور کے ماہرین ابلاغ کی مسابقت کی کوششیں برابر جاری رہیں مگر غلبہ بلا آخر حق و صداقت کا ہوا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون اپنے ”مقدمہ“ میں لکھتے ہیں۔

”دور اسلامی کے شعرائے عرب کا کلام فصاحت و بلاغت میں شعرائے جاہلیت کے کلام سے کیوں بلند اور ارفع ہے؟ نظم کی طرح نثر کا بھی یہی حال ہے۔ اسی لیے حسان بن ثابتؓ، عمر بن ابی ربیعہؓ، عطیہؓ، فرزدقؓ، نصیبؓ، عیسانؓ، ذی الرمہؓ، احوصؓ، بشارؓ کے اشعار، خطبات، عبادات اور محاورات (یعنی صحافت اور ادب) کا پلہ نابغہ، عنترہؓ، ابن کلثومؓ، زہیرؓ، علقمہؓ بن عبیدہؓ، طرفہؓ بن العبدہؓ کے کلام سے بہت اونچا ہے صاحب نظر شخص کا ذوق سلیم خود اس فرق کو محسوس کر لیتا ہے اس حقیقت کی وجہ یہ ہے کہ دور اسلامی کے ماہرین ابلاغ کو خوش قسمتی سے قرآن و حدیث کے معجزانہ کلام کے اسلوب سننے کا تفاق ہو

اور ان کا طباہ میں یہ اسلوب رچ بس گیا اس لئے وہ آسمان بلاغت کے ستارے بن کر چمکے۔“ (۹)

یہود کا پروپیگنڈہ: آنحضرت ﷺ کی ذات کے خلاف یہودیوں کے پروپیگنڈہ کے سبب قریش کا جوش انتقام اس حد تک بھڑک اٹھا کہ قریش نے بنو نضیر کو پیغام بھیجا ”محمد ﷺ کو قتل کر دو ورنہ ہم خود آ کر تمہارا استحصال کر دیں گے۔“ (۱۰)

ابن جریر طبری فرماتے ہیں۔ ”جہاں تک کعب کے پروپیگنڈہ کا تعلق تھا تو صحابہؓ اور شاعرہ صحابیاتؓ نے اشعار ہی میں ان کے جوابات دیئے اس وقت جب جنگ بدر کی آگ ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ یہودیوں کے سردار نے دوبارہ جنگ کی آگ بھڑکانے کی اعلانیہ سازشیں شروع کر دیں اور مکہ جا کر قریش کو آمادہ جنگ کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے اذن الہی سے مداخلت کی اور کعب بن اشرف کو قتل کر دیا گیا۔“ (۱۱)

پروپیگنڈہ اور افواہوں کے پھیلانے میں یہودیوں اور قریش مکہ کے ساتھ ساتھ مدینہ کے منافقین بھی پیش پیش تھے۔ بنو نضیر کو جب حضور ﷺ نے مدینہ سے جلا وطن کیا تو دوسرے یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے بنو نضیر کا ساتھ نہیں دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو نضیر اپنے آپ کو اونچی ذات کے یہودی تصور کرتے تھے اور اپنے مقتولین کا خون بہا لیتے تھے جبکہ بنو قریظہ کے مقتولین کی دیت آدھی ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے بنو قریظہ پر یہ احسان کیا کہ دیت اور دوسرے معاملات میں ان کو بنو نضیر کے برابر قرار دیا مدینہ کے منافقین نے بنو نضیر کی جلا وطنی کے وقت ان کو پیغام بھیجا کہ عبد اللہ بن ابی طرابی دو ہزار آدمیوں کے ساتھ ان کی مدد کرے گا قرآن نے یہود اور منافقین کے اس گٹھ جوڑ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا۔

”تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہوں نے منافقت کی روش اختیار کی ہے؟ یہ اپنے اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں ”اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے“ اور تمہارے معاملے میں ہم کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔“ (۱۲)

کفر کی اس ملت واحدہ کا اہل ایمان کے خلاف درپردہ سازشوں کا سلسلہ عرصے سے جاری تھا۔ اس لئے منافقین مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے اور پروپیگنڈہ کے ذریعے بدگمانیاں پھیلانے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے تھے حالانکہ بنو نضیر کا حضور ﷺ نے جب محاصرہ کیا تو یہودیوں نے منافقین کی مدد کا انتظار کیا مگر عبد اللہ بن ابی اپنے گھر میں دبک کر بیٹھ گیا۔ سلام بن مشکم اور کنانہ

نے حی بن اخطب سے پوچھا: بتاؤ بھائی! کہاں ہے ابن ابی اور کہاں ہیں اس کی فوجیں اور اس کی حلیف؟ اس نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
 ”ہماری تقدیر میں یہ جنگ اور بربادی لکھی تھی، اس سے اب کوئی مفتر نہیں۔“ (۱۳)
 بنو نضیر کی جلا وطنی کا واقعہ غزوہ احد کے بعد وقوع پذیر ہوا جب کہ غزوہ بدر اور احد کے درمیان ۳۸۰ دن کا فاصلہ ہے۔ جنگ بدر ۱۷ رمضان ۲ ہجری بمطابق ۱۵ مارچ ۶۲۳ء کو لڑی گئی تھی اور احد کے میدان میں حق و باطل کا معرکہ ۱۵ شوال ۳ ہجری بمطابق ۳۱ مارچ ۶۲۵ء کو پیش آیا۔ (۱۴)

غزوہ احد کے دوران یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ اس پروپیگنڈہ کا مسلمانوں پر خاطر خواہ اثر ہوا جبکہ حضرت انسؓ بن نصر نے اس مخالفانہ پروپیگنڈہ کے جواب میں یہ موقف اختیار کیا: پھر زندگی کا فائدہ کیا؟ اور بے جگری سے لڑ کر شہید ہوئے۔

قرآن کی روشنی میں ذرائع ابلاغ کا کردار : آج کے دور میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا عوام کے اخلاق کو خراب کرتے ہوئے نجی زندگی میں دخل اندازی کر رہے ہیں جس سے لوگ اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو ٹھیک طرح سے پورا نہیں کر پارہے۔ اخلاقی اور سماجی بنیادیں کمزور ہو رہی ہیں۔ محبت اور اخوت کی بجائے نفرت نے جنم لے لیا ہے۔ یہ تمام خرابیاں منظر عام پر آنے کے باوجود ختم ہو سکتی ہیں۔ بشرطیکہ ذرائع ابلاغ آزادانہ ذمہ داریوں کے ساتھ شریعت کی روشنی میں اپنے فرائض کو سرانجام دیں۔ اس طرح دور جدید کے ذرائع ابلاغ قرآن و سنت کے فروغ میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری رسولوں پر اس طرح رکھی گئی۔

”اے اللہ کا پیغام پہنچانے والے تیرے پروردگار کے پاس سے جو کچھ تیری

طرف اتر رہا ہے۔ اس کو پہنچا دے۔“ (۱۵)

اس سے ظاہر ہے کہ رسول ﷺ کو زندگی میں یہ کام سونپا گیا کہ وہ اللہ کا پیغام اللہ کی مخلوق تک پہنچائے۔ اس پیغام کو بندوں تک پہنچانا تبلیغ ہے

قرآن پاک میں ہی ارشاد ہے۔

”اور ہم نے تم کو تمام انسانوں کیلئے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر

بھیجا۔“ (۱۶)

گویا نبی کی ذات دائمی و مبلغ دونوں کی حیثیت سے واضح ہے اور رسول اکرم ﷺ کے امتی کو بھی تبلیغ میں شریک کیا گیا ہے کیونکہ جب نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا تو ہر امتی کے لئے نیکی اور اچھائی کا پیغام پہنچانے کی انجام دہی کو لازم قرار دیا گیا۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اے میرے حبیب ﷺ کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے کہ میں اور میری اتباع کرنے والا ہر شخص پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کے نظام حیات کی طرف دعوت دیتا ہے۔“ (۱۷)

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کرنے والوں کو بھی پیغام الہی لوگوں تک پہنچانے اور حق کی دعوت دینے کا فریضہ سونپا گیا۔ مذکورہ پیغام سے ظاہر ہے کہ یہ پیغام دنیا کے کسی بھی گوشے میں آباد اور کسی بھی عہد میں زندگی بسر کرنے والے انسان کیلئے ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ انسانی فطرت میں نیکی اور بدی کا ایک مشترکہ شعور ہوتا ہے۔ ہر اچھا عمل اسلامی اقدار کے زمرے میں آتا ہے۔ گویا اسلام کا پیغام انسانیت کی بھلائی کا پیغام ہے۔

آنحضور ﷺ کے ذریعے سے اخوت و محبت کی تعلیم دی گئی۔ خود قرآن پاک نے آنحضور ﷺ کے مشن کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

”ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو تم پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے تمہارا تزکیہ نفس کرتا ہے۔ تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔“ (۱۸)

اصطلاحات اور طنزیہ الفاظ: ماضی میں پردہ پیگندہ اور نفسیاتی جنگ کے دوران منافقین مختلف اصطلاحات اور طنزیہ الفاظ کا سہارا لیتے تھے۔ ان میں سے انصار کیلئے ”عزت دار“ (اعز۱) اور مہاجرین کیلئے ”ذلیل“ یعنی (اذل) کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی۔

شعبان ۶ ہجری میں حضور ﷺ کو بنی مطلق کی جنگ کیلئے تیار یوں کی اطلاع ملی۔ ایسی اطلاعات کی بروقت وصولی کیلئے حضور ﷺ خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ خبر ملتے ہی حضور ﷺ ایک لشکر لے کر ان کی طرف روانہ ہوئے تاکہ فتنے کو سر اٹھانے سے پہلے ہی کچل دیا جائے۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق مرہب کے مقام پر آنحضرت ﷺ نے اچانک دشمن کو جالیا اور تہوڑے سے مقابلے کے بعد پورے قبیلے کو مال و اسباب سمیت گرفتار کر لیا۔ ابھی لشکر اسلام مرہب کے مقام پر ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا کہ حضرت عمرؓ کے ایک ملازم جہاہ بن مسعود غفاری اور قبیلہ خزرج کے ایک شخص اجنف شان بن ورجہنی کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک نے انصاری کو پکارا تو دوسرے نے مہاجرین میں سے کسی ایک کو آواز دی۔ دونوں گروہوں کے درمیان لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی اور معاملہ رفع دفع

ہو گیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی خزرجی نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے بات کا متکثر بنایا اور انصار کو یہ کہہ کر بھڑکانا شروع کر دیا ”یہ مہاجرین ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں اور ہمارے حریف بن بیٹھے ہیں۔ ہماری اور ان قریشی کننگوں کی مثال ایسی ہے کہ ”کتے کو پال تا کہ کبھی کو بھنبھوڑ کھائے“ یہ سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔ تم ہی لوگوں نے ان کو اپنے ہاں لا بسایا اور مال و جائیداد میں حصے دار بنایا۔ آج اگر تم ان سے ہاتھ کھینچ لو تو یہ چلتے پھرتے نظر نہ آئیں۔ پھر اس نے قسم کھا کر کہا مدینہ واپس پہنچنے کے بعد جو ہم میں سے عزت والا ہے وہ ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریگا۔ (۱۹)

قرآن نے ان کی اس گفتگو کی شہادت دی۔

”وہ کہتے ہیں کہ ”اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کریگا۔“ (۲۰)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس پروپیگنڈہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

”حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کیلئے ہے مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔“ (۲۱)

”یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول ﷺ کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرتا کہ یہ منتشر ہو جائیں۔“ (۲۲)

اس پروپیگنڈہ کے پس منظر میں مسلمان مہاجرین کا معاشی مقاطعہ اور ان کو دیوالیہ کرنا مقصود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بڑائی اور کمتری، عزت اور ذلت کے جس تصور کا ابلاغ منافقین کر رہے تھے اور انصار کی معاشی بالادستی اور مہاجرین کے مالی احتیاج کا جس انداز سے اپنے پروپیگنڈہ کے ذریعے استحصال کرنا چاہتے تھے اس کے پس پردہ محرکات نہایت شرانگیز تھے۔ ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ جس کیلئے معاشی مفادات کو داؤ پر لگا دیا جائے۔ ان کا مطمح نظر دنیاوی آسائش اور بہتر ”معیار زندگی“ تھا۔ وہ ”ترقی یافتہ“ کو عزت دار اور معزز اور غربت کے مارے ہوئے غریب یا ”ترقی پذیر“ افراد کو ذلیل اور کمتر تصور کرتے تھے اور دو مسلمانوں کی چپقلش سے فائدہ اٹھا کر منافقین اپنے پروپیگنڈہ کے ذریعے اہل ایمان کو بہت بڑے فتنے سے دوچار کرنا چاہتے تھے اور مہاجر مسلمانوں کو ذلیل اور کمتر کے القاب سے نواز کر معاشی پسماندگی کے سبب احساس کمتری میں ان کو مبتلا کرنا مقصود تھا۔

وہ اس نفسیاتی جنگ کو حربے کے ذریعے مسلمانوں کو نفسیاتی دباؤ میں رکھنا چاہتے تھے۔ ان منفی عزائم کے باوجود منافقین کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ جب حضرت زید بن ارقم کو جھوٹا قرار دیا اور کہا

کہ زید ذاتی دشمنی کی بنیاد پر یہ افواہ پھیلا رہے ہیں۔ خود ان کے اخلاقی دیوالیہ پن کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے منہی عزائم کو درپردہ رکھ کر حضرت زیدؓ کی حقیقت بیانی کو ڈس انفارمیشن، افواہ اور جھوٹا پروپیگنڈہ قرار دینا چاہتے تھے۔ مگر اللہ نے اصل حقیقت کا پردہ اس آیت سے چاک کر کے رکھ دیا اور ان کے اپنے الفاظ دہرا کر منافقین کے اس راز کو فاش کر دیا جس کو وہ چھپانا چاہتے تھے۔ اس پر حضور ﷺ نے حضرت زید بن ارقمؓ سے کہا کہ اللہ نے تیری سچی خبر کی تصدیق کر دی ہے۔ اس طرح حضرت زیدؓ کا وہ دہنی دباؤ بھی ختم ہو گیا جو ہر سچے رپورٹر یعنی راوی کو اس کی سچی خبر کو جھٹلانے پر ہوا کرتا ہے۔

یوں صدق کے علم بردار پیغمبر صادق اور ان کے پیروکاروں کو ہر قسم کی جسمانی اور دہنی تعذیب و تکذیب سے گذارا گیا کہ سچ اور سچائی کے پیغام کو پھیلنے نہ دیا جائے مگر اللہ کا فیصلہ تھا کہ سچائی کی روشنی کو ظالموں کی افواہوں اور پروپیگنڈہ سے روکا نہیں جاسکے گا۔

”اب بھلا اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے حالانکہ اسے اسلام (اللہ کے آگے سراطاعت جھکا دینے) کی دعوت دی جا رہی ہو؟ ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ لوگ اپنے منہ کی بہو نکلوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔“ (۲۳)

پروپیگنڈہ کا جواب قرآن کی روشنی میں: منافقین اور خاص طور پر عبداللہ بن ابی کی سچ حرکت کا پول کھنسنے کے بعد حضرت عمرؓ بے تاب ہو گئے اور حضور ﷺ سے اجازت مانگی کہ منافق کی گردن اڑا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے عمرؓ! کیا تم یہ چرچا پسند کرتے ہو کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیا کرتے

ہیں۔“ (۲۴)

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ افواہ سازی کے جرم میں دین کسی کے خلاف پر تشدد کا رروائی کی اجازت نہیں دیتا چاہے پس پردہ منافقین طشت از بام ہی کیوں نہ ہوں۔ حکمت عملی کے لحاظ سے بھی پروپیگنڈہ کا پر تشدد جواب دینے سے ان مقاصد کی تکمیل کی راہ ہموار ہوتی ہے جو افواہ کی تہہ میں کارفرما ہوتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ رئیس المنافقین کے فرزند حضرت عبداللہؓ نے جو ایک مخلص مسلمان تھے، حضور ﷺ کے پاس آ کر گزارش کی:

”اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں خود ہی اپنے باپ کا کام تمام کر دوں؟“

آپ ﷺ نے اطمینان دلایا کہ قتل کے بجائے میں اس پر مہربانی کروں گا یہاں تک کہ

جب عبداللہ بن ابی مرگیا تو حضور ﷺ نے اس کے کفن کیلئے اپنا کرتا بھجوا دیا۔ (۲۵)
یہ ان لوگوں کے ساتھ رحمت للعالمین ﷺ کا سلوک تھا جو دعویٰ ایمان میں سچے اور مخلص نہ
تھے اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچاتے رہے۔

ذاتیات پر حملہ: تہمت، پروپیگنڈہ اور افواہ سازی کی بدترین کاروائی جو آنحضرت ﷺ
کے خلاف کی گئی وہ افسانہ الک تھا جو غزوہ بنی المصطلق کے سفر کے دوران پیش آیا۔ منافقوں کے سرغنہ
عبداللہ بن ابی کو پروپیگنڈہ کا یہ زیریں موقع ہاتھ آیا اور اس نے حضرت عائشہؓ اور حضرت صفوانؓ پر بد
کاری کی تہمت لگائی اور حسد اور نفاق کی چنگاری سے افواہوں کی آگ خوب بھڑکائی۔ جب حضور ﷺ
مدینہ آئے تو تہمت تراشوں نے خوب جم کر پروپیگنڈہ کیا۔ جھوٹ اور افواہ کس تیزی سے پھیلتے ہیں
اس کا اندازہ واقعہ الک سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس افواہ یا تہمت کی بازگشت سے مسلمان معاشرہ میں
بالکل مچ گئی اور کئی مخلص مسلمان بھی جھوٹ اور پروپیگنڈہ کے اس زور سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔
اس جھوٹ کا مفتری عبداللہ بن ابی اور اس کا ساتھی زین بن رفاعہ تھا جو یہودی منافق کا بیٹا تھا، مگر اس
سے متاثر ہونے والے مخلص مسلمانوں میں حضرت مسطح بن اثاثہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت
حسنہ بنت جحش پیش پیش تھے۔ اس بے بنیاد خبر سے عام مسلمانوں اور خود آنحضرت ﷺ کو چنی کوفت
ہوئی۔ ام المؤمنینؓ کے خلاف یہ جھوٹی خبر اس انداز سے پھیلائی گئی کہ مسلمان معاشرہ کی رائے عامہ بد
ظن ہونے لگی تھی۔ اس لئے حضور ﷺ نے سروے کے طور پر چند مرد اور چند خواتین کی رائے معلوم کرنا
چاہی۔ اس افواہ کے پھیلانے میں بد قسمتی سے زوجہ رسول ﷺ حضرت زینبؓ بنت جحش کی بہن
حضرت حسنہؓ بنت جحش بھی ملوث تھیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ سے بھی دریافت
کیا ”تمہاری کیا رائے ہے؟ تمہاری معلومات کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کی:

”میں اپنے کانوں اور آنکھوں (یعنی سمع و بصر) کی حفاظت کرتی ہوں خدا کی قسم عائشہؓ کے

بارے میں خیر ہی خبر جانتی ہوں۔“ (۲۶)

یہ اس سوکن کی گواہی تھی جس کے بارے میں خود حضرت عائشہؓ عمر ماتی ہیں کہ ازواج رسول ﷺ میں
سب سے زیادہ زینب سے ہی میرا مقابلہ رہتا تھا۔

اس خلاف حقیقت الزام تراشی پر صحابہ کرامؓ اپنی نجی محفلوں میں بھی گفتگو کرتے تھے۔ ایک ماہ
تک اس خبر کی بازگشت اور اس پر رد عمل کا اظہار ہوتا رہا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ
آپ ﷺ کا فرمان ”اہم ترین خبر“ (Breaking News) کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے آپ کے
خلاف خبر کی اشاعت بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی اس قصہ سے سخت کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ افتر پر

دازی اور اسکی نڈل کی خبر اپنی عین فطرت کے مطابق ایک زبان سے دوسری زبان پر چڑھتی اور پھلتی جا رہی تھی بالآخر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی خود ہی حقیقت حال کہول کر رکھ دی۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔ ”محققین کی رائے کے مطابق حضرت یوسفؑ پر تہمت زنا لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کی زبان سے آپ کی براءت کی۔ حضرت مریمؑ پر الزام لگایا گیا تو عیسیٰؑ جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے انہوں نے آپ کی براءت کی مگر جب منافقین نے حضرت عائشہؓ کو اپنے پروپیگنڈہ اور صریح بہتان کا موضوع بنایا اور ہرزہ سرائی کی تو خود رب کائنات نے آپ کی پاکیزگی اور طہارت کی شہادت دی اور سورۃ النور کی ابتدائی 10 آیات جن کا براہ راست تعلق اس واقعے سے ہے نازل فرمائیں۔“ (۲۷)

عہد حاضر کے تقاضے اور پروپیگنڈہ: ذرائع ابلاغ سے پروپیگنڈہ زمانہ امن میں بھی ہوتا ہے اور زمانہ جنگ میں بھی۔ زمانہ جنگ میں افواہ سازی اور پروپیگنڈہ اپنے پورے عروج پر ہوتا ہے۔ اس لئے ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے تاکہ پروپیگنڈہ سے خوف و ہراس نہ پھیلے اور دشمن اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو۔ ایسے مواقع پر ذرائع ابلاغ کیا کردار ادا کریں؟ اسکی وضاحت قرآن کریم میں یوں کی گئی۔

”جب بھی اس کے پاس امن یا جنگ کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو یہ اس کو فوراً نشر کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف یا اپنے میں سے اولی الامر کی طرف لونا دیتے تو ان میں سے جو بھی لوگ اس (خبر) کی تحقیق کر سکتے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے اور اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت شامل حال نہ ہوتی تو تم بھی شیطان کے پیچھے چل پڑتے سوائے چند لوگوں کے۔“ (۲۸)

یہ آیت منافقین کی شرارتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو افواہیں پھیلا کر معاشرہ میں خوف و ہراس پیدا کرتے تھے۔ اس آیت سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ:

”افواہیں پھیلا نا شیطانی کام ہے اور منافقین کی نشانی ہے۔“ (۲۹)

لہذا ذرائع ابلاغ سے وابستہ ذمہ دار افراد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خبر اور افواہ یعنی News اور Disinformation میں تمیز کریں اور اس کام کی خاطر کوئی مخصوص ادارہ یا شعبہ قائم کریں جو تحقیق و تجزیے کا ذمہ دار ہو اور وہ خبر کی حقیقت معلوم کرے۔ ایسے تجزیاتی اور تحقیقی ادارے Research & Analysis Wing زمانہ جنگ میں خصوصی طور پر فعال ہونے چاہیں۔ خبر

چاہے جنگ چھڑنے سے متعلق ہو یا جنگ بندی سے، بہر حال دور رس اثرات کی حامل ہوتی ہے۔ لہذا محض مالی مفاد کی خاطر دوسرے اخبار یا نشریاتی اداروں سے مسابقت کی خاطر افواہوں کی سرخی جمانا، یا بلا تحقیق خبر نشر کر دینا کوئی قابل تحسین عمل نہیں ہے۔ اس طرح کی جلد بازی شیطان کے اتباع کے مترادف ہے جو اپنی فطرت میں شر پسند اور شر انگیز واقع ہوا ہے۔

دشمن کا پروپیگنڈہ، حکمت عملی، مقاصد کیلئے ہوا یا ڈپلومیٹک یا پھر کسی لیڈر یا سپہ سالار کی ہتک عزت کیلئے افواہ اڑائی جا رہی ہو، حالات کا اور خبروں کا معروضی اور ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا ذمہ دارانہ ابلاغ کے لئے ضروری ہے۔ اس میں نظریے کی وضاحت بھی ہوتی ہے اور ملک و قوم کے جائز مفادات کا خیال بھی۔ اپنی جامع معنویت کے اعتبار سے سورۃ النساء کی اس آیت میں اولی الامر سے مراد ہر وہ ذمہ دار شخص ہے جو سول یا فوجی حکام میں سے ہو، کسی نیوز ایجنسی یا نشریاتی ادارے کا کرتا دھرتا ہو، یا مقتنہ، انتظامیہ اور عدلیہ کا کوئی ذمہ دار شخص ہو جس کے ادارے کے متعلق ایسی اطلاع بہم پہنچائی جائے۔ جو Disinformaton یا افواہ اور پروپیگنڈہ کے غلبے کے سبب عوام الناس کیلئے باعث پریشانی بن سکتی ہو، اس انفارمیشن کی نفسیات کے عنوان سے ابلاغ عام کے مصنف لکھتے ہیں:

”بعض اوقات افواہوں سے حکومت اور ملک و قوم کا خاصا نقصان ہوتا ہے۔ خصوصاً جنگ اور قومی ابتلا کے زمانے میں افواہوں سے پنپنا اہم مسئلہ بن جاتا ہے۔“ (۳۰)

ذرائع ابلاغ کی حیثیت چونکہ امیج بلڈرز کی سی ہے، صدق و عدل سے رائے عامہ کو متاثر کر کے وہ معاشرہ کی مثبت رہنمائی کرتے ہوئے اس کو معروف یعنی Approved کی طرف موڑ سکتے ہیں اور منکر یعنی Disapproved سے بچا بھی سکتے ہیں۔ اس کے برعکس منفی پروپیگنڈہ کر کے وہ معاشرہ کو ”خبر“ اور ”بہترین“ کے بجائے بدترین نتائج سے بھی دوچار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ”اطلاع“ یعنی Information وہ قوت ہے جو فائدہ بھی دے سکتی ہے اور نقصان بھی میڈیا دراصل فروغ ابلاغ اور ترسیل اطلاع کا موثر ذریعہ ہے جس میں نت نئی ٹیکنالوجی اور جدت آنے سے دنیا کی طنائیں سمٹ کر رہ گئی ہیں اور عالمی بستی کا تصور عمل کے قالب میں ڈھل چکا ہے اس لئے مسلم ممالک کے ذرائع ابلاغ کا کردار نہایت ذمہ دارانہ مثبت اور قرآن و سنت کی ہدایات کے عین مطابق ہونا چاہیے تاکہ دشمن کے شر انگیز پروپیگنڈہ کو ”خبر“ سے بدلا جاسکے۔ دین اسلام کا تشکیل کردہ معاشرہ انسانیت کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اس معاشرہ کو قائم رکھنے اور دین اسلام کے پیغام امن کو موجودہ دور کے جدید ترین ذرائع ابلاغ کے ذریعے عام کیا جاسکتا ہے جس سے دین اسلام کے ساتھ ساتھ انسانیت بالخصوص امت مسلمہ کی بہت بڑی خدمت بھی کی جاسکتی ہے۔

حوالہ جات

- (1) Wright Charles Mass Communcation A Social
Ramdom House.N.P.NY.1975. P.12. Perspective.
- (۲) ابن منظور لسان العرب ج ۸۔ دار صادر بیروت ۱۹۹۰ء۔ ص ۴۱۹
- (۳) استاد فہمی قطب الدین التجار اسلام اور ابلاغ ص ۴۴ مترجم: ساجد الرحمن صدیقی،
- (۴) مہدی حسن، ڈاکٹر ابلاغ عامہ مکتبہ کارواں لاہور ۱۹۸۳ء ص ۱۵۴
- (۵) القرآن سورة نمبر ۴۱ پارہ نمبر ۲۴ آیت نمبر ۲۶ (تم سجدہ)۔
- (۶) القرآن سورة الجمعہ ۶۲ پارہ نمبر ۲۸ آیت نمبر ۱۱
- (۷) شبلی نعمانی، علامہ سیرت النبی ﷺ ج ۱۔ اول۔ طبع چہارم مطبع سعیدی قرآن محل کراچی۔ ص ۴۰۶
- (۸) ایضاً۔ ص ۴۰۹
- (۹) سید حسن خان، مولانا ترجمہ: ابن خلدون مطبع جاوید پریس ۲۰۹ کراچی
- (۱۰) بحوالہ نمبر ۷۔ ص ۴۰۹
- (۱۱) تاریخ ابن ہشام ج ۲۔ ص ۶۰۔ ۵۲
- (۱۲) القرآن سورة الحشر آیت نمبر ۱۱
- (۱۳) محمد کرم شاہ الازہری، پیر ضیاء النبی ﷺ طبع ضیاء القرآن پبلیکی کیشنز لاہور۔ ص ۶۰۶
- (۱۴) محمد رفیق ڈوگر الامین ج ۲۔ سن طبع لاہور ص ۳۸۳
- (۱۵) القرآن سورة المائدہ پارہ نمبر ۶ آیت نمبر ۶۷
- (۱۶) القرآن سورة سباء پارہ نمبر ۲۲ آیت نمبر ۲۸
- (۱۷) القرآن سورة یوسف پارہ نمبر ۱۴ آیت نمبر ۱۰۸
- (۱۸) القرآن سورة البقرہ پارہ نمبر ۲ آیت نمبر ۱۵۱
- (۱۹) مولانا مودودی تفہیم القرآن، ج ۵ ادارہ ترجمان القرآن لاہور اشاعت نمبر ۲۰۔ ۱۹۹۱ء ص ۴۲۰
- (۲۰) القرآن سورة المنافقون پارہ نمبر ۲۸ آیت نمبر ۸
- (۲۱) ایضاً
- (۲۲) ایضاً آیت نمبر ۷
- (۲۳) القرآن سورة القف پارہ نمبر ۲۸ آیت نمبر ۷۔ ۸
- (۲۴) مولانا مودودی تفہیم القرآن، ج ۵ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

- اشاعت نمبر ۲۰-۱۹۹۱ء ص ۱۳
- (۲۵) مولانا مودودی تفہیم القرآن، ج ۲-۲ ادارہ ترجمان القرآن لاہور
- اشاعت نمبر ۲۰-۱۹۹۱ء ص ۲۲۰
- (۲۶) بحوالہ نمبر ۱۳ (تاریخ قمیس) ج ۱-۱ اول ص ۴۷
- (۲۷) سیرت ابن ہشام ج ۲-۲ ص ۳۰۴
- (۲۸) القرآن سورة النساء پارہ نمبر ۵ آیت نمبر ۸۳
- (۲۹) گوہر رحمن مولانا تفہیم المسائل ج ۱-۱ طبع۔ مکتبہ تفہیم القرآن مردان۔ ص ۴۲۶
- (۳۰) بحوالہ نمبر ۴-۴ ص ۱۷۰